ماہ نامہ آب حیات لاہور
دسمبر ۲۰۱۹ء

اِدَارَہ آب حَیَات کی عَاجزَانَہ خِدمَات

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، جو گزشتہ دو دہائیوں سے رفاہی، فلاحی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے، یہ ایک غیر سیاسی ادارہ ہے، ادارہ کے تحت ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ شان دار، ماہ نامہ صدائے جمعیت، شہر لاہور سے تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں، ان پر ہر ماہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں، مخیر حضرات کی خصوصی توجہ مطلوب ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ان شاء اللہ اپنا فیضان عام کرے گا، ادارہ کے حسابات باقاعدہ منظور شدہ آڈیٹر سے آڈٹ ہوتے ہیں۔

سال گزشتہ کی بات ہے، نومبر کا مہینہ تھا، مجھے نوجوان ابھرتے ہوئے خطیب جناب مولانا شاہ نواز فاروقی صاحب کا گوجرانوالہ سے پیغام آیا کہ یہاں ایک انعامی مقابلہ ہورہا ہے آپ اپنی تصنیفات روانہ کریں، میں نے اول وھلہ میں اپنے طور پر سوچا کہ میری تحریریں اور کتابیں تو کسی مقابلے میں پیش کرنے کے لائق نہیں ہیں، کیونکہ میں تو مقابلوں میں پیش کرنے کے لیے کتابیں نہیں لکھتا ہوں، میں تو بس ابلاغ اور تبلیغ کے جذبہ صادقہ سے سرشار ہوکر کچھ نہ کچھ تحریر کرتا ہوں اور پھر اسے اپنے پڑھنے والوں کی میز تک پہنچادیتا ہوں، لیکن مولانا شاہ نواز فاروقی صاحب نے فون پر جب اصرار کیا تو میں نے ان کے شاگرد رشید، نوجوان مقرر جناب مولانا ابراہیم اکبر صاحب کے ہاتھ اپنی جو جو کتابیں اپنی لائبریری میں موجود تھیں ان کے حوالے کردیں۔

اس کے بعد ایک لمبا عرصہ گزر گیا، کوئی علم نہیں ہوسکا کہ ارسال کی گئیں کتابوں کا کیا بنا؟ اب تو آس اور امید دم توڑ چکی تھی کہ اچانک کسی آدمی کا فون آیا کہ آپ نے ۷ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات گوجرانوالہ آنا ہے، آپ کی کتابوں پر آپ کو انعام سے نوازا جائے گا۔

پھر میں نے مولانا شاہ نواز فاروقی صاحب سے کنفرمیشن کے لیے عرض کیا تو انہوں نے بھی اس اطلاع کی تائید اور تصدیق کردی، چنانچہ ہم یہاں سے مولانا

عبیدالرحمان اختر قادری صاحب اور نوجوان نعت خوان جناب سید احمد الحسینی صاحب کے ہمراہ گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

۷ نومبر کو جمعرات تھی، انعامات تقسیم کا وقت ساڑھے نو تا ساڑھے بارہ تھا، الحمدللہ ہم بروقت انعامات تقسیم ہونے والے مقام پر پہنچ گئے، استقبالیہ میں تنظیم کار خیر کے سربراہ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالماجد المشرقی صاحب نے سائنس کالج کے المشرقی ھال میں ہمارا پرتپاک استقبال کیا، معانقہ کیا اور احباب کے ہمراہ انعام تقسیم ہونے والی جگہ تک پہنچایا۔

اجتماع گاہ میں نقابت کے فرائض خود ڈاکٹر مشرقی انجام دے رہے تھے، اسٹیج پر مہمانان گرامی کی ایک معتد بھی تعداد موجود تھی، جنہیں درجہ بدرجہ انعامات تقسیم کرنے کے لیے بلایا جاتا تھا۔

تنظیم کار خیر کی علم دوستی پر مجھے بڑا رشک آیا، تنظیم نے بڑی محنت و جانفشانی سے پاکستان بھر کے مصنفین کو مدعو کر رکھا تھا، کسی بھی درجہ میں کتابیں لکھنے والوں کے دل جیتے گئے، ایک ایک لاکھ سے لے کر سات ساڑھے سات ہزار تک نقدی انعامات سے مصنفین کو نوازا گیا۔

بندہ ناچیز کی کتاب شاتم رسول کی شرعی سزا، حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ، ماہ نامہ آب حیات، صلاۃ وسلام علی سید الانام، کاروان حرمین شریفین، دعائے انبیاء پر ستائشی اسناد دی گئیں جب کہ معراج النبی ﷺ نامی میری کتاب پر نقد انعام سے نوازا گیا، اس موقع پر مصنفین نے لاکھوں روپے کے انعامات وصول کیے، ان اہل قلم میں وہ خوش نصیب مصنفین بھی تھے جو اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں، وہ دار فانی سے دار باقی کی سمت کوچ کر چکے ہیں۔

لاکھوں روپے کے انعامات ارباب قلم کی خدمت میں پیش کیے گئے، ہزاروں روپے کے تحائف انہیں پیش کیے گئے، ان کی حوصلہ افزائی کی گئی، انہیں عزتوں سے نوازا گیا، انہیں داد دی گئی، اگلے سال کے انعامی مقابلہ میں شرکت کی ترغیب ابھی سے دے دی گئی تھی۔

علامہ عبدالماجد المشرقی کی علم دوستی پر انہیں ہدیہ تبریک پیش نہ کرنا بخل ہے، ان کے یمین ویسار اداروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے، جن کی نگرانی وہ خود کرتے ہیں، ان کے ساتھ ایسے جانفشاں، علم پرور لوگوں کی ایک مضبوط ٹیم موجود ہے جو ان کے اشارہ ابرو کو سمجھتے ہوئے ان کی تنظیم کار خیر کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کرتی ہے۔

میں تنظیم کار خیر کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں، مولانا شاہ نواز فاروقی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، نوجوان مقرر مولانا ابراہیم اکبر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بندہ کی کتابیں اس عظیم الشان مقابلے میں پیش کروائیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

جامعہ رشیدیہ، مناواں لاہور کینٹ

۱۰ نومبر ۲۰۱۹ء بروز پیر، رات بارہ بجے

(بے لباسی کیسے ختم ہوئی؟)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء کی بے لباسی ختم کرنے کے لیے انہیں حکم دیا کہ جنت سے آنے والے آٹھ جوڑوں میں سے ایک مینڈھا ذبح کریں، چنانچہ آدم نے مینڈھا ذبح کیا، اس کی اون اتاری، اماں حواء نے اسے کاتا، اسے بُنا، آدم علیہ السلام نے اس اُون سے اپنے لیے ایک جبہ تیار کیا، اماں حواء کے لیے ایک چادر اور ایک دوپٹا تیار کیا، جو ان دونوں نے پہنا، جو کچھ ان دونوں کے ساتھ ہوا اس پر سو سال تک روتے رہے، چالیس دن تک کوئی چیز کھائی پی نہیں، سو سال تک اماں حواء کے قریب تک نہیں گئے۔

عربی زبان سے سریانی زبان

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں عربی بولتے تھے، جب ان سے لغزش ہو گئی تو اس پر اللہ نے ان سے عربی زبان میں بولنے کی صلاحیت سلب کر لی، پھر اس کے بعد وہ سریانی زبان بولنے لگے، جب اللہ کی بارگاہ میں ان کی توبہ قبول ہو گئی تو اللہ نے پھر انہیں عربی بولنے کی توفیق دے دی۔

حضرت حواء کو غلطی پر کیا سزادی گئی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قَالَ الله لآدَم: يَا آدم مَا حَمَلَكَ عَلى أَن أكلت من الشَّجَرَة الَّتِي نهيتُك عَنْهَا قَالَ: يَا رب زينته لي حَوَّاء قَالَ: فَإِنِّي عَاقبتها بِأَن لَا تحمل إِلَّا كرها وَلَا تضع إِلَّا كرها و دميتها فِي كل شهر مرَّتَيْنِ قَالَ: فرنت حَوَّاء عِنْد ذَلِك فَقيل لَهَا: عَلَيْك الرنة وعَلى بناتك (تفسيردرمنثورعلامہ جلال الدين سيوطی ج١)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا: جس درخت سے میں نے آپ کو منع کیا تھا اس سے کھانے پر کس نے آپ کو اکسایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا، اے میرے رب! اسے میرے لیے حواء نے مزین کیا تھا، اللہ نے فرمایا: میں اسے اس کی یہ سزا دے رہا ہوں کہ وہ جب حاملہ ہو گی تو تکلیف میں ہو گی، وہ جب بچہ جنے گی تو تکلیف میں ہو گی، ایک ماہ میں اسے دو بار خون آئے گا، یہ سن کر حضرت حواء نے ایک چیخ ماری، انہیں کہا گیا کہ یہ تیری اور تیری بیٹیوں کی چیخ ہے جو تم پر لازم کر دی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِن الله بَعَثَ جِبْرِيلَ إِلَى حَوَّاء حِينَ دمِيَت فَنَادَت رَبَّهَا جَاءَ مِنِّي دَمٌ لَا أعرفهُ فَنَادَاهَا لأدمِيَنَّكَ وَذُرِّيَتَكَ وَلأَجعَلَنَّهُ لَكَ كَفَّارَةً وَطهُورًا (تفسيردرمنثورج١)

اللہ نے جبریل علیہ السلام کو حضرت حواء کے پاس بھیجا جب انہیں ماہواری آئی، انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا، کہ مجھے ماہواری آگئی ہے، میں اسے نہیں پہچانتی، اللہ نے انہیں آواز دی کہ میں تجھے اور تیری بیٹیوں کو ضرور بہ ضرور خون آلود کروں گا، اور ضرور بہ ضرور اسے تمہارے لیے کفارہ اور پاکیزگی کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْلَا بَنُو اِسرَائِيل لَم يَخنَز اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَم تخُن أُنْثَى زَوجهَا

اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا، اگر حواء نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔(تفسیر درمنثور ج۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم پر دو عادتوں میں فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فضلت على آدم بخصلتين،كَانَ شيطاني كَافِرًا فَأَعَانَنِي الله عَلَيْهِ حَتَّى أَسلَمَ وَكَانَ أزواجي عَوناً لِّي،وَكَانَ شَيْطَان آدم كَافِرًا وَزَوجتُه عَوناً لَهُ عَلى خَطِيئَتِهِ(درمنثور)

مجھے آدم علیہ السلام پر دو عادتوں میں فضیلت دی گئی، ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا، اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی تو وہ میرا تابعدار ہو گیا، اور میری بیویاں میری مددگار تھیں، حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کی خطاء پر ان کی مددگار تھی۔

جنت سے نو چیزوں کی آمد

آدم علیہ السلام جب جنت سے دنیا میں اتارے گئے تو ان کے ساتھ نو چیزیں تھیں ① حجر اسود (کالا پتھر جو اس وقت برف سے زیادہ سفید تھا، انسانی گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو گیا)

آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تو ان کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اس پتھر پر اپنے آنسو صاف کرتے تھے، آدم علیہ السلام جب حج کے لیے آئے تو اسے جبل ابو قبیس پر رکھ دیا تھا، یہ پتھر مکہ والوں کے لیے رات کو چمکتا تھا، جس طرح چاند چمکتا ہے، اسلام کی آمد سے چار سال پہلے جب حیض والیوں اور جنابت والوں نے

اسے چھونا شروع کیاتو یہ کالا ہو گیا، پھر قریش نے اسے جبل ابی قبیس سے نیچے اتار لیا تھا، آدم علیہ السلام نے ہند سے پیدل چل کر مکہ میں جا کر چالیس حج کیے تھے۔ (۲) جنتی درختوں کی پتیاں یا پھولوں کی پنکھڑیاں (۳) جنت کے درخت آس کا عصا، یہ عصا دس ہاتھ لمبا تھا، بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا تھا، (۴) بیلچہ، (۵) کدال، (۶) صنوبر، (۷) سندان (اہران) (۸) ہتھوڑا، (۹) سنڈاسی۔(طبقات الکبریٰ، علامہ محمد سعد المعروف بطبقات ابن سعد)

دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے جو پھل کھایا وہ ناشپاتی تھی، (در منثور) دنیا میں آنے کے بعد آدم علیہ السلام نے (۱) طور سیناء، (۲) طور زیتون، (۳) جبل لبنان، (۴) جبل جودی کے پتھروں سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، جبل حراء کے پتھروں سے خانہ کعبہ کے ستون بنائے۔

زمین پر اترنے کے بعد جب قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی تو سخت پریشانی کے عالم میں شرق غرب کی طرف دوڑنے لگے، اتنے میں جبریل نے آکر انہیں قضائے حاجت کا طریقہ سکھایا، (تفسیر در منثور) جب پائخانے کی بو آئی تو اس پر ستر سال تک روتے رہے، بدبو آئی تو آپ نے اپنی انگلیاں دانتوں کے نیچے دے دیں، ایک ہزار سال تک ایسے ہی کرتے رہے۔

نافرمانی پر ناراضگی

ایک گندم کا دانہ کھانے پر اللہ تعالیٰ نے کس قدر ناراضگی کا اظہار کیا کہ مسجود ملائک کو جنت بدر کر دیا، سالہا سال تک روتے رہے، آنسو بہاتے رہے، شرمندگی اور ندامت کے باعث آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تک نہیں تھے، ایک دن معافی معافی کی صدا لگائی کہ اللہ کہیں سزا جلد ہی تو نہیں شروع ہو گئی، تفسیر در منثور میں

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ابو نعیم کے حوالے سے ایک روایت لائے ہیں کہ

أَوحَى الله إِلَى المْلكَيْنِ: أَخرجَا آدَمَ وَحَوَّاءَ مِن جَواري فَإِنَّهُمَا عَصَيَاني فَالْتَفتَ آدَمُ إِلَى حَوَّاءَ بَاكياً وَقَالَ: اِستَعِدِّي لِلْخُرُوجِ مِن جَوَارِ الله هَذَا أَوَّلُ شُؤمِ المْعْصِيَةِ فَنَزعَ جِبْرِيلُ التَّاجَ عَن رَأسِهِ وَحَلَّ مِيكَائِيلُ اَلاِكلِيلَ عَن جَبِينِهِ وَتَعَلَّقَ بِهِ غُصْن فَظَنَّ آدَمُ أَنَّه قَد عُوجِلَ بِالعُقُوبَةِ فَنَكَسَ رَأسَهُ يَقُولُ: اَلْعَفوَ اَلْعَفوَ فَقَالَ الله: فِرَارٌ مِّني فَقَالَ: بَل حَيَاءٌ مِّنْك يَا سَيِّدي (تفسیردرمنثورج۱،بحوالہ ابونعیم وابن عساکر)

اللہ نے دو فرشتوں کی طرف وحی کی کہ آدم اور حواء کو میرے پڑوس سے باہر نکالو، ان دونوں نے میری نافرمانی کی ہے، آدم علیہ السلام نے روتے ہوئے حواء کی طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ کے پڑوس سے نکلنے کی تیاری کرو، یہ نافرمانی کی پہلی نحوست ہے، جبریل علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کے سر سے تاج اتار لیا، میکائیل نے ان کی پیشانی سے سہرا کھینچ لیا، ان کا سر ایک ٹہنی کے ساتھ اٹک گیا تو آدم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ان کی سزا جلد شروع ہو گئی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنا سر یوں پکارتے ہوئے جھکالیا، معافی کا سوال کرتا ہوں، معافی کا سوال کرتا ہوں، اللہ نے فرمایا: مجھ سے بھاگتے ہو؟ عرض کیا، اے میرے سردار! بلکہ آپ سے حیا آرہی ہے۔

دونوں کو زمین پر اترنے کا حکم دیتے ہوئے انہیں فرمایا کہ

اهبطوا إِلَى الأَرْض فلدوا للْمَوْت وَابْنُوا للخراب(ابن عساکرعن مجاہد)

زمین کی طرف اتر، پس موت کے لیے جنم دو اور بربادی کے لیے تعمیر کرو۔

گدھ کی مچھلی سے سرگوشی

حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے سے پہلے نسر (گدھ) خشکی پر اور مچھلی پانی میں رہتی تھی، جب آدم علیہ السلام اترے تو گدھ نے مچھلی سے کہا کہ آج ٹانگوں

پر چلنے والی ایک مخلوق اتری ہے، اس پر مچھلی نے کہا کہ اب پانی میں میرے لیے اور خشکی میں تیرے لیے کوئی جائے نجات نہیں ہے، علامہ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت سعید بن جبیر کی روایت نقل کی ہے کہ

لَمَّا أُهبِطَ آدَمُ إِلَى الأَرْض كَانَ فِيهَا نَسرٌ وَّحُوتٌ فِي الْبَحْر وَلم يَكُن فِي الأَرْض غَيرهمَا فَلَمَّا رأَى النسْرُ آدَمَ وَكَانَ يَأوِي إِلَى الْحُوتِ ويَبِيتُ عِنْدَه كُل لَيْلَةٍ قَالَ: يَا حُوتُ لَقَد أُهبِطَ اليومُ إِلَى الأَرْض شَيْءٌ يَمشِي عَلى رجلَيْهِ ويَبطِشُ بِيَدِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُوتُ: لَئِن كُنتَ صَادِقاً مَالِي فِي الْبَحْر مِنْهُ مَنجىٰ وَلَا لَك فِي الْبر

جب آدم زمین کی طرف اتارے گئے تو یہاں ان کی آمد سے پہلے ایک گدھ اور ایک مچھلی سمندر میں رہتی تھی، زمین پر ان دونوں کے علاوہ کچھ نہ تھا، گدھ ہر رات مچھلی کے پاس چلا جاتا اور وہاں رات گزارتا تھا، اس نے جب آدم کو دیکھا تو کہنے لگا، اے مچھلی! آج زمین کی طرف ایک ایسی چیز اتری ہے جو اپنے پاؤں پر چلتی ہے اور اپنے ہاتھ سے پکڑتی ہے، مچھلی نے گدھ سے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو پھر یاد رکھ کہ میرے لیے سمندر میں اور تیرے لیے خشکی میں کوئی جائے نجات نہیں ہے۔

اے میرے رب! میرے ماں باپ کی بخشش فرما

(تحجیل کو لمبا کرنا مستحب)

کاندھے اور کہنیوں کے درمیانی حصے تک بازو دھو کر تحجیل کو لمبا کرنا مستحب عمل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے کی وجہ سے قیامت کے روز اہل ایمان کے زیورات وضو کے مقامات تک پہنچیں گے اور جنت میں مردوں کو پہنائے جانے والے زیورات عورتوں کے زیورات سے بہت زیادہ خوبصورت ہوں گے۔

حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ

رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَجَعَلَ يَبْلُغُ بِالْوَضُوءِ قَرِيبًا مِنْ إِبْطِهِ، فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْحِلْيَةَ تَبْلُغُ مَوَاضِعَ الطُّهُورِ»(صحيح ابن خزيمہ)

میں نے حضرت ابوہریرہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو وہ وضو کے پانی کو اپنی بغلوں تک پہنچا رہے تھے، میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا بے شک میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک مومن کا زیور وضو کے مقامات تک پہنچے گا۔اسی لیے میں پانی بغلوں تک پہنچا رہا ہوں۔

یہ روایت مسلم شریف میں بھی موجود ہے، ابو حازم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوہریرہ وضو فرما رہے تھے تو میں ان کے پیچھے کھڑا تھا، انہوں نے اپنے ہاتھ کو اس قدر

لمبا کھینچا کہ ان کی بغل تک پہنچ گیا، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابوہریرہ! یہ کیا وضو ہے؟تو ابوہریرہ نے فرمایا اے بنی فروخ! تم یہاں ہو؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں ہو تو میں یہ وضو نہ کرتا، میں نے اپنے دوست (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کر کے دکھایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اس سے جو زیادہ کرے گا وہ ظلم کرے گا، لہذا ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے برعکس نہیں کر سکتے تھے، جہاں تک اس روایت میں بیان کردہ وضو کا تعلق ہے تو اس سے مراد اتنی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہنیوں اور ٹخنوں کو دھونے میں اچھی طرح گھیر لیا تھا جس کو دیکھنے والے نے اس بات سے تعبیر کیا کہ انہوں نے ہاتھ کو اتنا لمبا کر دیا کہ بغل تک لے گئے، حالانکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے خلاف ہے، ابوہریرہ کے وضو کرنے کا طریقہ کتابوں میں موجود ہے کہ وہ لوگوں کو وضو کا طریقہ کیسے سکھاتے تھے۔

مسلم شریف کی روایت میں جو فرمایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو کا پانی جن اعضاء پر پہنچتا ہے یعنی جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں جنت میں ان سب اعضاء کی زیورات سے زیب وزینت کی جائے گی، اسی طرح جس کا وضو جتنا زیادہ بہتر اور مکمل یعنی سنت کے مطابق ہوگا جنت میں اس کے اعضاء وضو کی آرائش اتنے ہی اعلیٰ پیمانہ پر ہوگی۔

ایک مشت سے کم داڑھی والے کی امامت کا حکم

سوال مفتی صاحب ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس آدمی کی ایک مٹھی سے کم داڑھی ہو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں ؟قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔کئی لوگ یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ شریعت نے یہ بھی کہا کہ کہ دو آدمی بھی ہوں تو انکو چاہیے اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کرلیں ایک امام بن جائے ایک مقتدی۔تواس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔سائل: محمد ارشد خان عطاری، محمد یوسف پائی خیل ضلع میانوالی

جواب نماز کیلئے ایسے امام کا انتخاب کرنا چاہئے جو صالح العقیدہ،نیک اور مسائل نماز سے واقف ہو۔داڑھی مونڈنا یا کاٹ کر ایک مشت سے کم کرنا ناجائز ہے اور جو شخص اس کا مرتکب ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔اپنے اختیار سے ایسے شخص کو امام بنانا درست نہیں اور اس کی اقتداء میں اپنے اختیار سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تاہم اگر کسی وقت کوئی متشرع امام نہ ملے تو اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔(ماخذہ فتاوی عثمانی ج ا ص ۳۹۴)

(نابالغ کی امامت)

سوال نابالغ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم کیاہے۔ایک مسجد میں امام بھی مقرر نہ ہواس مسجد میں کوئی نابالغ آدمی جماعت کرائے یاتراویح پڑھائے اسکے بارے میں وضاحت فرمائیں۔ سائل: محمد اسماعیل،لاہور

جواب نابالغ امامت نہیں کرسکتا لہٰذا اسکی اقتداء میں فرض نماز یاتراویح پڑھنا درست نہیں ہے۔

دوسرے مسلک کے فرد سے زکوۃ وصدقات میں تعاون

سوال ہمارے مسلک کے کئی لوگ دیگر مسلک والوں کے ساتھ مالی وجانی تعاون کرتے ہیں اب جس طرح رمضان کا موقع آیا تھا تو صدقہ فطر وغیرہ سے۔اس بارے میں کیا حکم ہے کہ ان حضرات کی امداد کی جائے یا کہ نہیں؟ سائل: فاضل چودھری، سیالکوٹ

جواب خیر اور بہتری کے کام میں ہر مسلمان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے تاہم زکوۃ وصدقہ فطر کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ ہر وہ تنظیم یاادارہ جس کے بارے میں آپکو مکمل یقین ہو کہ وہ اس کے صحیح اور حقیقی مصرف میں اسے خرچ کریں گے اور تمام متعلقہ شرعی شرائط کا لحاظ رکھیں گے ایسے افراد کو آپ زکوۃ وصدقات دے سکتے ہیں اگر اس بات کا یقین نہ ہو تو ایسے افراد کو زکوۃ وصدقات دینے سے احتراز کیا جائے۔

دوسرے مسلک کے فرد سے بچے کو تعلیم دلانا

سوال کسی دوسرے مسلک والے استاد سے بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کے بارے

میں کیا حکم ہے ؟سائل: کمال خان، کوئٹہ

جواب اگر وہ استاذ اپنے کسی غلط نظریہ کی تبلیغ نہ کرتا ہو اور صرف تعلیم قرآن تک محدود رہے اور قرآن کریم کی تعلیم صحیح انداز میں دے تو اس سے اپنے بچے کو تعلیم دلانا جائز ہے ورنہ نہیں۔ نیز بہتر یہ ہے کہ کسی صالح العقیدہ شخص سے اپنے بچے کو تعلیم قرآن دلائی جائے۔

مکان کی تعمیر کیلئے سودی قرض لینے کا حکم

سوال میں پشاور میں مکان بنانا چاہتا ہوں دو سال پہلے پلاٹ خریدا تھا حالات دیکھ کر کہ کوئی پلاٹ پر قبضہ نہ کرے اور مہنگائی بھی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ میں ایک سرکاری ملازم ہوں اگر بینک سے قرضہ لے لوں تو کیا اس میں گناہ تو نہیں ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں (ناصر غنی)

جواب سودی قرضہ لینا ناجائز اور حرام ہے اور سوال میں ذکر کردہ مجبوری ایسی نہیں کہ اس کی وجہ سے سودی لین دین کی شرعاً گنجائش نکل سکے لٰہذا مذکورہ مقصد کیلئے سودی قرض لینے سے احتراز کرنا لازم ہے۔☆☆☆

۹ ستمبر کی تاریخ کو پاکستان میں علامہ اقبال کا دن منایا جاتا ہے، حکمران علامہ اقبال کے مزار پر حاضری دیتے ہیں، مگر اس سال عجیب ہوا کہ ہمارے حکمرانوں نے سکھوں کو خوش کرنے کے لیے نارووال میں کرتارپور راہداری کا افتتاح کیا، پھر ۹ ستمبر کو یہ ستم بالائے ستم ہوئے کہ انڈین سپریم کورٹ نے بابری مسجد کی جگہ مندر تعمیر کرنے کا فیصلہ روح فرسا سنایا، ادھر ہمارے حکمران سکھوں کے دل جیت رہے تھے، جب کہ اُدھر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل زخمی کیے جارہے تھے۔

۹ ستمبر کو مسلمان ہمیشہ یاد رکھیں گے کہ اس دن بھارتی سپریم کورٹ کے ۵ رکنی بینچ نے بابری مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے کا متعصبانہ فیصلہ سنایا ہے۔ مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے نام سے منسوب بابری مسجد کو ۱۵۲۸ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ ۱۸۵۳ء میں ایک ہندو گورو نے دعویٰ کیا تھا کہ بابری مسجد جس جگہ پر تعمیر کی گئی یہ جگہ نہ صرف ہندوؤں کے دیوتا شری رام کا جنم استھان ہے بلکہ مسجد کی تعمیر سے پہلے اس جگہ رام مندر تھا۔

اس بے سروپا دعویٰ کے بعد برطانوی حکومت نے مسلم ہندو تنازع کو دیکھتے ہوئے مسجد کے چاروں اطراف خار دار باڑ لگادی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے الگ الگ عبادت گاہوں کے نشان لگادیئے۔ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء میں ایل کے ایڈوانی کی سرپرستی میں ہندو انتہاپسندوں نے بابری مسجد کو شہید کردیا۔ معاملہ عدالت تک پہنچا تو ۲۷ سال بعد بھارتی سپریم کورٹ نے بجائے اس کے کہ الہ آباد ہائی کورٹ کے جدید

ٹیکنالوجی کے استعمال کے بغیر اور تاریخی شواہد کے برعکس مسجد کی جگہ تین حصوں میں تقسیم کرنے کے فیصلہ کو معطل کر کے انصاف کرنے کے مسلمانوں کے حق دعویٰ کو ہی مسترد کرتے ہوئے بابری مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے کا متعصبانہ فیصلہ سنادیا۔

سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ نہ صرف انصاف کا خون اور متعصبانہ ہے بلکہ بھارتی سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اس وقت آیا ہے جب پاکستان بھارتی سکھوں کے مقدس مقام تک ویزا فری سہولت فراہم کر رہا ہے۔ مودی سرکار کے مسلم دشمن عزائم کھل کر سامنے آگئے ہیں۔(اداریہ ۹۲نیوز لاہور)

جناب اوریا مقبول جان کا ایک مضمون ۶ نومبر ۲۰۱۹ء ۹۲ نیوز میں شائع ہوا، جس میں انہوں نے کرتار پور راہداری کا منظر اور پس منظر بیان کیا ہے، ہم اس مضمون کو افادہ عام کے لیے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، یہاں میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اوریا مقبول جان نے قادیانیوں کے حوالے سے اس بات کا انکار کیا ہے کہ کرتار پور راہداری سے قادیانیوں کا کچھ لینا دینا نہیں ہے، مگر شورش کاشمیری کی عجمی اسرائیل اور تحریک ختم نبوت کتاب پڑھنے والے لوگ کرتار پور راہداری کے پیچھے قادیانی سازش ہی قرار دیتے ہیں، یہ دونوں کتابیں اصل حقائق سے پردہ اٹھا رہی ہیں۔ جن کے اقتباسات میں نے نقل کیے ہیں (محمود الرشید حدوٹی)

آج سے تقریباً تین سال قبل میں آخری دفعہ بھارت یونیسکو کی ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے گیا، تو میں نے دلی براستہ سڑک جانے کا قصد کیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ میں امرتسر کی مرکزی مسجد خیر الدین کے صحن میں مدفون اپنے دادا اور دادی کی قبر پر حاضری دینا چاہتا تھا۔ میرے دادا مولوی خدا بخش مرحوم اپنے مرشد کے حکم پر تقریباً دو صدیاں پہلے سیالکوٹ میں امام علی الحق کے مزار کے ملحقہ علاقے سے ہجرت کر کے برطانوی ہندوستان کے ضلع ہوشیار پور کے قصبے مکیریاں میں جا کر آباد ہوئے۔

ان کے دادا حکیم شرف الدین عباسی سیالکوٹی مشہور حکیم تھے۔ رنجیت سنگھ کی بیوی رانی جنداں کو جلد کی ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ ٹھیک نہ ہوتی تھی۔ حکیم صاحب

کی دوا سے ٹھیک ہوئی تو رنجیت سنگھ کا گھرانہ معتقد ہو گیا۔ جب دادا اور ان کے والد خلیفہ کریم بخش نے میکریاں ہجرت کی تو رنجیت سنگھ نے وہاں کئی مربع زمین ان کے لئے وقف کر دی۔

انہوں نے وہاں مسجد بنائی اور دین کی تعلیم کا آغاز کیا۔ اسی میکریاں کے سکھ گھرانے کے ہاں ایک لڑکا حاکم سنگھ پیدا ہوا۔ جوان ہوا تو مولوی خدا بخش کی محبت نے اسے اسلام کی حقانیت کی طرف مائل کیا۔

اسلام قبول کیا تو نام منشی حاکم علی اور پھر مولوی حاکم علی رکھ لیا۔ سکھ مذہب چھوڑا اور میرے دادا کے پاس میکریاں کی مسجد میں قرآن پڑھنے لگ گیا۔ یہ وہی مولوی حاکم علی ہیں جو علامہ اقبال کے ساتھیوں میں سے تھے اور جنہوں نے اسلامیہ کالج سول لائنز کی بنیاد رکھی اور اس کے پرنسپل بھی رہے۔

دادا کو حکم ہوا کہ یہ زمین جائیداد چھوڑو اور امرتسر میں جاکر مسجد بناؤ اور سنبھالو۔ میکریاں میں آموں کے باغوں کو متاع غرور (دھوکے کا سامان) سمجھ کر ایک نگاہ ڈالی اور امرتسر آگئے۔ مسجد خیر الدین میں دین کی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور ساتھ ہی ۱۸۸۳ء میں مسجد خیر الدین کے اندر ہی مدرسہ المسلمین کے نام سے سکول قائم کیا، جو پہلے مڈل تک تھا اور پھر ۱۸ جولائی ۱۸۸۵ء کو یہ میٹرک تک ہو گیا۔ رواداری کا عالم دیکھئے کہ ۱۸۸۸ء کے ریکارڈ کے مطابق مدرسہ المسلمین میں ۵۰۴ طلبہ زیر تعلیم تھے جن میں ۱۳۷ ہندو اور ۳۲ سکھ شامل تھے۔

دادا ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے اور مسجد کے دروازے پر صحن کے ساتھ دفن ہوئے۔ امرتسر کی اسی مسجد سے ختم نبوت کی سب سے بلند آواز سید عطائاللہ شاہ بخاری ایسی گونجی کہ قادیان کا سحر ٹوٹ کر رہ گیا۔ شاید اسلاف کی یہی نیکیاں ہیں جن

کی بدولت اللہ نے مجھے بھی تحفظ ختم نبوت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ایک رات میں جگمگاتے ہوئے گولڈن ٹیمپل چلا گیا۔ سر پر زرد رومال رکھا، پاؤں بہتے پانی سے دھوئے اور تالاب کے کنارے بیٹھ کر سنہری کلس کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ کیا زمانہ ہو گا جب سکھوں کے گورو ارجن حضرت میاں میرؒ کو ساتھ لے کر امرتسر چلے آئے اور ۱۳ جنوری ۱۵۸۸ء کو حضرت میاں میر نے اپنے دست مبارک سے گولڈن ٹیمپل کی بنیاد رکھی۔

لنگر خانے سے ایک جانب گردوارہ پربندھک کے اہم لوگ بیٹھے تھے۔ان سے میں نے سوال کیا کہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈراوالا، جس نے خالصتان کا پرچم بلند کیا تھا، اس نے شہر کے بیچوں بیچ یہاں کیوں پناہ لے رکھی تھی۔ سب نے ایک دم کہا"تم نے کبھی تصور کیا ہے کوئی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں بیٹھا ہو اور حکومت اس پر حملہ کر دے۔اسی جرم پر سکھوں نے اندراگاندھی کو مارا تھا۔

لیکن ہندوؤں نے ۱۹۸۴ء میں جس طرح ہمارے نوجوانوں کے گلے میں ٹائر ڈال کر زندہ جلایا، قتل و غارت کی، گھر بھسم کیے، یہ دکھ ۱۹۴۷ء کے بٹوارے سے زیادہ بڑے اور تازہ ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ تو ہمارا بھروسے کا رشتہ تھا ہی نہیں لیکن ان ہندوؤں کے لیے تو ہم نے جانیں دی ہیں"۔

واپسی پر میں نے ڈرائیور سے سوال کیا یہاں کوئی اور جگہ دیکھنے کو ہے تو اس نے کہا پاکستان کے جتھے تو قادیان جاتے ہیں جو صرف آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ میں اگلی صبح وہاں جا پہنچا۔ سناٹا، خاموشی، ایک بنگالی میزبان نے خوش آمدید کہا۔ اتنے میں ان کا چیف مبلغ حمید کوثر آگیا۔ مجھے پہچان گیا۔ خاموش سا ہو گیا۔ پھر اس شرط پر قادیان دکھانے پر راضی ہوا کہ کیمرے اور موبائل دفتر میں رکھوا دیئے۔ یہ ہے میرا

خاندانی پس منظر اور ختم نبوت کے معاملے میں میری موجودہ پوزیشن اور قادیانیوں کی مجھ سے نفرت ان کے اخباروں ٹی وی چینلوں پر دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ سب کچھ اس لئے بیان کیا کہ اب میں جو بیان کرنے جارہا ہوں وہ انتہائی کرب، دکھ اور تکلیف سے بتا رہا ہوں۔ ہمارے اس رویئے کی وجہ سے میں بارہا دشمنوں کے سامنے شرمندہ اور لاجواب ہوا ہوں۔

جب سے کرتارپور راہداری کھول کر سکھوں کے مقدس ترین مقام کو راستہ دینے کا اعلان ہوا ہے۔ ہمارے مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی رہنماؤں نے اسے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش قرار دیا ہے۔

پہلے کرتارپور کا محل وقوع کا جائزہ لیتے ہیں۔ کرتارپور لاہور سے ۱۴۵ کلومیٹر کے فاصلے پر بھارتی سرحد پر واقع ہے وہ مقام ہے جہاں گورونانک نے زندگی کے آخری ۱۸ سال گزارے تھے۔ نارووال والی یہ سڑک ٹوٹی پھوٹی اور خراب ہے، اس لئے یہ سفر کم از کم ساڑھے تین گھنٹے میں مکمل ہوتا ہے۔

کرتارپور پر بابا گورونانک کی عالم بالا کی طرف رخصتی کے مقام پر ایک گوردوارہ ہے جو بھارتی سرحد سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ بیچ میں تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کا دریائے راوی کا پاٹ ہے۔ یوں سمجھیں کہ جیسے بھارتی سرحد کے ساتھ جڑا ہوا ایک گوردوارہ ہے جس کا ایک دروازہ بھارت میں کھلتا ہے۔

میں کرتارپور پراجیکٹ کے افتتاح پر وہاں گیا تھا اور میں نے اس کے ڈیزائن کو دیکھا ہے۔ یہ دراصل سرحد کے ساتھ ساتھ چار مربع کلومیٹر کا ایک احاطہ ہوگا جس کو چاروں طرف سے مضبوط فصیل (Fence) نے گھیرا ہوگا، جس کا ایک دروازہ بھارت کی طرف کھولا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھارتی سکھ دریا کے پار بھارت میں

کھڑے ہو کر گوردوارہ کے درشن کیا کرتے اور بھیگتی آنکھوں واپس چلے جاتے۔اب وہ اس دروازے سے فصیل زدہ گوردوارے یا علاقے میں ایک دن کو داخل ہونگے، درشن کریں گے، ماتھا ٹیکیں گے اور واپس چلے جائیں گے۔

یہ واحد دروازہ ہے جو یک طرفہ ہے اور پورے کا پورا پانچ مربع کلومیٹر علاقہ ایک مقدس گوردوارہ ہے جس میں صرف سکھ داخل ہو سکتے ہیں اور وہاں بھی مذہبی قانون بہت سخت ہیں۔ یہاں دراصل سکھوں کے لئے روزانہ ایک بہشتی دروازہ کھلے گا اور وہ ایک دن کی اجازت سے یہاں آکر واپس چلے جائیں گے۔

اب اس جھوٹ، افتراء اور بہتان کی بات کرتے ہیں کہ یہ سب قادیانیوں کو سہولت دینے کیلئے کیا جارہا ہے۔اس وقت قادیانی ربوہ سے براستہ امرتسر قادیان جاتے ہیں اور پورا راستہ موٹرویز اور شاندار سڑکوں سے منسلک ہے۔

ربوہ سے لاہور ۱۷۰ کلومیٹر ہے اور لاہور سے قادیان براستہ امرتسر ۱۰۲ کلومیٹر۔ یہ سارا سفر سات سے آٹھ گھنٹوں میں بہترین سڑکوں پر مکمل ہوتا ہے۔اب قادیانیوں اور حکومت کی ملی بھگت سے قادیانی پہلے ربوہ سے ۱۷۰ کلومیٹر سفر کرکے لاہور آئیں گے۔ پھر یہ بیوقوف ۱۰۲ کلومیٹر صاف شفاف روڈ چھوڑ کر ۱۴۵ کلومیٹر ٹوٹی پھوٹی روڈ پر کرتارپور جائیں گے اور پھر وہاں سے ۴۴ کلومیٹر مزید فاصلہ طے کرکے ایک اور بوسیدہ سڑک پر سفر کرکے قادیان پہنچیں گے۔ یعنی سفر کی اذیت کے علاوہ وہ چار گھنٹے مزید سفر بھی کریں گے۔

لیکن کمال ہے اس عصبیت اور منافقت کا جو عمران خان کی دشمنی میں ہمارے مذہبی طبقے کو بھی جھوٹا پروپیگنڈا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ میرا دکھ یہ ہے کہ وہ سارے قادیانی جن کے خلاف میں پرچم اٹھا کر کھڑا ہوتا، وہ مجھے جب ایسے جھوٹ پر

مبنی بیہودہ اور بے سر وپاالزامات والی گفتگو بھیجتے ہیں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ایسی گفتگو کرنے والے سوچیں کہ یہ قادیانی تمہارے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو اپنی اولاد کے سامنے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوں گے کہ دیکھو یہ ہیں وہ لوگ جو چھوٹی سی سیاسی کامیابی کے لیے بھی اتنا بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں۔ان پر تم کیسے اعتبار کروگے۔ایسے میں اگر ایک سلیم الفطرت قادیانی بچہ بھی دین کی طرف مائل ہونے سے رک گیا تو اس کا گناہ ان تمام مذہبی لوگوں پر ہوگا جو جھوٹ کو سیاست کے لیے استعمال کرتے رہے۔(روزنامہ ۹۲نیوز لاہور)

(عجمی اسرائیل سے اقتباس)

جناب شورش کاشمیری اپنی کتاب عجمی اسرائیل میں لکھتے ہیں" توسکھ استعماری شہ اور بھارتی تعاون سے پنجاب پر اپنے استحقاق کا دعویٰ کریں گے کہ وہ ان کے گروؤں کی نگری ہونے کے باعث ان کا ہے، جس طرح یہود نے فلسطین کو اپنے پیغمبروں کے مولد ومسکن ومرقد ہونے کی بناپر حاصل کیا اور اسرائیل بناڈالا، اسی طرح پنجاب سکھوں کے لیے ہوگا۔

بعض معلوم وجوہ کے باعث پنجاب اس وقت پختونستان ،سندھودیش،اور بلوچستان کی نارمتی میں گھرا ہوگا،میرزائی امت گوروؤں کی نگری کے طالبین سے معانقہ کرکے اپنے مدینۃ النبی قادیان کی مراجعت پر خوش ہوگی،تب عالمی استعمار کی مداخلت سے ایک نیاپنجاب پیدا ہوگا جو سکھ احمدی ریاست ہوگا اور جس کا پاکستانی وجود ختم ہوجائے گا۔

پاکستان کا اصل خطرہ یہ ہے اور پنجاب اس خوفناک سانحہ کی زد میں ہے، نہ جانے حزب اقتدار اور حزب اختلاف اس بارے میں کیوں غور نہیں کرتیں، اس

سیاسی مسئلہ کا اس وقت تعاقب نہ کیا گیا اور ایک پولیٹیکل خطرہ کے طور پر اس کا محاسبہ نہ کیا گیا تو کیا پاکستان کی آنکھ اس وقت کھلے گی جب طوفان سر سے گزر جا چکا ہو گا اور پاکستان کی تاریخ استعماری انقلاب کے ہاتھوں الٹ چکی ہو گی۔(عجمی اسرائیل مؤلفہ شورش کاشمیری ص ۴۰)

(تحریک ختم نبوت سے اقتباس)

شورش کاشمیری اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتے ہیں

جس طرح مشرقی پاکستان کا غصہ مغربی پاکستان میں صرف پنجاب کے خلاف تھا اسی طرح پختونستان، بلوچستان اور سندھو دیش کو بھی پنجاب سے ناراضی ہو گی، پنجاب تنہا رہ جائے گا تو عالمی طاقتیں سکھوں کو بھڑکا کر مطالبہ کرا دیں گی کہ مغربی پنجاب ان کے گوروؤں کا مولد، مسکن اور مرگھٹ ہے، لہذا ان کا اس علاقہ پر وہی حق ہے جو یہودیوں کا فلسطین (اسرائیل) پر تھا، اور انہیں وطن مل گیا، عالمی طاقتوں کے اشارے پر سکھ حملہ آور ہوں گے، اس کا نام شاید پولیس ایکشن ہو، جانبین میں لڑائی ہو گی، لیکن عالمی طاقتیں پلان کے مطابق مداخلت کر کے اس طرح لڑائی بند کرا دیں گی کہ پاکستانی پنجاب، بھارتی پنجاب سے پیوست ہو کر سکھ احمدی ریاست بن جائے گا، جس کا نقشہ اس طرح ہو گا کہ صوبہ کا صدر سکھ ہو گا تو وزیر اعلیٰ قادیانی، اگر وزیر اعلیٰ سکھ ہو گا تو صدر قادیانی، اسی غرض سے استعماری طاقتیں قادیانی امت کی کھلم کھلا سرپرستی کر رہی ہیں۔(تحریک ختم نبوت مؤلفہ شورش کاشمیری ۲۲۴)

استعماری طاقتوں کی سازشیں عروج پر ہیں، موجودہ حکومت (تحریک انصاف) بھی ہمیں کسی سازش کا حصہ لگتی ہے، جو ان کے اشاروں پر کام کر رہی ہے۔

محمودالرشید حدوٹی

پاکستانی الیکٹرونک میڈیا پر کئی اینکر پرسنوں نے جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان صاحب سے یہ سوال بار بار پوچھا کہ آپ تحریک انصاف کے قائد اور وزیراعظم پاکستان جناب عمران خان نیازی کو یہودیوں کا ایجنٹ کس بناء پر کہتے ہیں؟ تو مولانا فضل الرحمان صاحب نے بہت ہی وضاحت اور دلائل کے ساتھ اپنی بات عالم آشکار کی، وہ اب بھی بہت ہی جرأت و بہادری کے ساتھ اپنے اس مؤقف پر قائم ہیں کہ جناب عمران خان یہودی لابی کے لیے کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بات کو بہتر جانتا ہے۔

بندہ راقم الحروف (حدوٹی) نے جہاں مولانا فضل الرحمان صاحب کی بہت سی تقاریر سنیں اور ان سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات سنے وہاں میرے کانوں کی دہلیز سے تنظیم اسلام پاکستان کے بانی جناب ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی ایک تقریر بھی سنی جس میں انہوں نے واضح طور پر عمران خان صاحب کے بارے میں بتایا کہ ان کو یہودیوں نے اپنے مقاصد کے لیے میدان میں اتارا ہے۔

اب جب یہ بحث طول پکڑتی جارہی ہے کہ واقعی عمران خان یہودی لابی کا بندہ ہے اوران کے لیے کام کررہاہے تو کچھ لوگوں نے مختلف مقامات سے حوالے بھی تلاش کرلیے ہیں اورانہیں سوشل میڈیاپر نشر بھی کردیاہے، جو ہراس شخص تک پہنچ چکے ہیں جو سوشل میڈیااستعمال کرتاہے، انہی میں سے چند باتیں ہم یہاں ذیل میں پیش کررہے ہیں، جن سے واضح ہوگا کہ کون یہودی ایجنٹ ہے؟

سب سے پہلے ۱۹۹۶ میں حکیم سعید شہیدؒ نے اپنی کتاب "جاپان کہانی" میں یہودی ایجنڈے کو بے نقاب کیا، حکیم سعید شہید رح اپنی کتاب "جاپان کہانی" جو ۱۹۹۶ میں شائع ہوئی اس کے صفحہ نمبر ۱۳،۱۴ اور ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ

"یہودی مدینہ کو یثرب بنانے کا تہیہ کرچکے ہیں اس کے بعد سارا عرب ڈوب مرے گا اور سارا عالمِ اسلام یہودیوں کے زیر اثر آجائے گا پاکستان کے ایک عمران خان کا انتخاب ہوا ہے یہودی ٹیلی ویژن اور پریس نے عمران خان کو ہاتھوں ہاتھ لیاہے "سی این این" اور "بی بی سی" سب عمران خان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملارہے ہیں۔

برطانیہ جس نے فلسطین تقسیم کرکے یہودی حکومت قائم کرائی وہ ایک طرف عمران کو آگے بڑھارہاہے اور دوسری طرف آغاخان کو ہوائیں دے رہاہے عمران خان کی شادی یہودیوں میں کرادی گئی ہے پاکستان کے ذرائع ابلاغ کو کروڑوں روپے دیئے جارہے ہیں تاکہ عمران خان کو خاص انسان بنادیا جائے وزارت عظمیٰ پاکستان کیلیے ان کو ابھارا جارہا ہے"

بندہ راقم الحروف (حدوٹی) عرض کرتاہے کہ عمران خان کے سیاسی اتار چڑھاؤ میں میڈیا کا بہت ہی واضح کردار ہے، ابھی جب میڈیا کے بارے میں عمران خان کی

طرف سے کچھ اس طرح کے اقدامات کیے گئے تو میڈیا پرسن بول پڑے کہ یہ شخص تو میڈیا کی وجہ سے اوپر آیا ہے، اس میں شک والی بات بھی نہیں ہے، کیونکہ عمران خان کو براہ راست میڈیا ہمیشہ دکھاتا رہا ہے۔

حکیم سعید شہید رح آگے سوال اٹھاتے ہیں کہ میرے نوجوانو! "کیا پاکستان کی اگلی حکومت یہودی الاصل ہو گی"

یہ وہ دور تھا جب عمران خان سیاست کی "س ی اس ت" یاد کر رہا تھا مگر اس حکیم نے اس مرض کو بروقت بھانپ لیا تھا اور شاید یہی وہ حق و سچ کی جرأت کا نتیجہ تھا کہ یہ کتاب شائع ہونے کے دو سال بعد ۱۹۹۸ میں حکیم محمد سعیدؒ کو بے دردی سے سرزمین کراچی پر شہادت کا جام پلا دیا گیا۔

پھر دسمبر ۱۹۹۶ میں "جرأت" اخبار نے جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور اسم بامسمی ہو کر مصر کے مشہور روزنامے "الیوم" کی رپورٹ کو اپنے اخبار کی زینت بنایا جس میں عمران کو یہودیوں کا آلہ کار بتایا گیا تھا یعنی "جرأت" اخبار سے پہلے مصر کا روزنامہ "الیوم" بھی اس یہودی ایجنڈے کو بے نقاب کر چکا تھا۔

اس کے بعد کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "تکبیر" کے ۱۹۹۷ء کی رپورٹ میں بھی عمران خان کو یہودی سازشوں کا آلہ کار لکھا ہے رپورٹ میں لکھا ہے کہ عمران خان جیسے تھرڈ کلاس شخص کے ساتھ سر جیمز گولڈ اسمتھ جیسے کٹر یہودی ارب پتی شخص کے اکلوتی لاڈلی بیٹی کی شادی محض اتفاق نہیں ہے بلکہ یہ یہودیوں کے اس نظریے اور فلسفے کا تسلسل ہے کہ کسی بھی شخص کو خوبصورت دوشیزاؤں کے ذریعے قابو کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح سوشل میڈیا پر لکھنے والوں نے یہاں تک لکھا کہ عمران خان کے پاس لندن کے ۴ مہنگے ترین نائٹ کلبوں کی تاحیات ممبر شپ تھی جہاں پر عام شخص جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا؛ انہی کلبوں میں سیتاوائٹ جیسی یہودی امیر زادیوں کے ساتھ عمران خان تعلقات بناتا تھا، سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق قاضی القضاۃ افتخار چوہدری نے عدالت کا دروازہ بھی اس موضوع پر کھٹکھٹانے کی جرأت کی تھی، مگر اس بے چارے کی کسی نے ایک نہ سنی، مگر اس بات کو عمران خان بھی جھٹلا نہیں سکتا، اس کا انکار بھی نہیں کر سکتا، میڈیا پر اس سے سوال کیا گیا، جسے وہ گول کر گیا۔

سوشل میڈیا پر لکھنے والوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ عمران خان کو جس عالمی یہودی کلب کی تعاون حاصل ہے اس کے کل دس "ارب پتی" ممبران ہیں جبکہ گولڈ اسمتھ اس کلب کا مضبوط رکن ہے؛ یہ کلب اتنا مؤثر ہے کہ اس نے یورپین بلاک بننے کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی جس کے لئے انہوں نے دو ارب برطانوی پاؤنڈز بھی جمع کیا تھا۔

عمران خان ورلڈ کپ جیتنے کے بعد پاکستانی جذباتی قوم کے سامنے ایک ہیرو کے طور پر سامنے آئے تھے اسی وجہ سے اس بدنام زمانہ یہودی کلب کے نظریں عمران خان پر ٹھہر گئیں؛ جب عمران خان نے ۱۹۹۶ء میں اپنی جماعت بنا کر الیکشن میں اترے تو ان کو کمپین چلانے کے لئے خصوصی ہیلی کاپٹر دیا گیا جس کا سارا خرچہ اسی کلب نے ادا کیا۔ (ماخوذ سوشل میڈیا)

عمران نے ۲۰۰۸ میں اپنے امریکی دورے میں امریکن یونیورسٹی میں خطاب اور اردو ہفت روزہ "پاکستان پوسٹ" کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا "قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ غلط تھا" اس انٹرویو کو کینیڈا سے شائع ہونے

والے اخبار ہفت روزہ پاکستان پوسٹ نے ۳۱ جنوری تا ٦ فروری ۲۰۰۸ میں صفحہ اول میں شائع کیا اور کنیڈا کے سہ ماہی رسالہ " نحن انصار اللہ " جنوری تا مارچ ۲۰۰۸ میں بھی انٹرویو شائع ہوا، اس بیان کی شہ سرخی سوشل میڈیا پر کئی لوگوں نے دیکھی۔

۲۰۱۳ء کے الیکشن میں عمران نیازی نے نادیہ رمضان چوہدری کے ذریعے قادیانیوں سے ووٹ مانگے، بدلے میں انھیں حقوق دلانے (مسلم قرار دینے) کی یقین دہانی کروائی، یہ ویڈیو بھی مشہور ہو چکی ہے،، بہت سے لوگوں نے سوشل میڈیا پر اسے دیکھ لیا ہے۔

۲۰۱۱ میں جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن صاحب نے جیو ٹی وی کے " جرگہ " پروگرام میں سلیم صافی کو انٹرویو دیتے ہوئے عمران نیازی کو یہودی ایجنٹ قرار دیا جسے اس وقت کچھ حضرات نے " سیاسی دشمنی " قرار دیکر پس پشت ڈال دیا مگر ہر آنے والا وقت مولانا فضل الرحمان صاحب کے مؤقف کی تائید کرتا رہا۔

میں نے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ایک ویڈیو کلپ بھی سنا ہے، جس میں وہ عمران خان نیازی کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرما رہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اس شخص کو یہودیوں نے اپنے مقاصد کے لیے میدان میں اتارا ہے، وہ ان شاء اللہ پھر کسی فرصت میں پیش کروں گا۔

۲۲ دسمبر ۲۰۱۷ کو " امت " اخبار نے بھی اس ایجنڈے کو بے نقاب کرتے ہوئے لکھا کہ یہودی لابی نے عمران نیازی کو شادی سے پہلے ہی ہائی جیک کر لیا تھا برطانوی افسر نے جنرل حمید گل سے کہا کہ " جنرل ہم نے تم سے عمران چھین لیا " یاد رہے کہ سیاست میں عمران نیازی کو جنرل حمید گل ہی لائے تھے اور ابتدائی دور میں اس کی سرپرستی بھی کرتے رہے۔

محمود الرشید حدوٹی عباسی

۲۵ جولائی ۲۰۱۸ء کو پاکستان میں انتخابات ہوئے، میدان انتخاب میں چھوٹی بڑی، نئی اور پرانی بہت سی جماعتوں نے طبع آزمائی کی، اس سے پہلے پانچ سال مسلم لیگ نے حکومت کی، اس سے پہلے پانچ سال پیپلز پارٹی نے حکومت کی، اس سے پہلے کوئی نو سال تک مطلق العنان، فوجی ڈکٹیٹر ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رہا، گزشتہ مسلم لیگی حکومت کو سخت ترین مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ مسلم لیگ کے صدر میاں محمد نواز شریف کو تخت شاہی سے اتار دیا گیا، ان کو نااہل قرار دیا گیا، ان پر بہت سے مقدمات قائم کیے گئے، جن کے نتیجے میں انہیں سزائیں سنائی گئیں، انہیں تاحیات نااہل قرار دلوایا گیا۔

مسلم لیگ کی حکومت کو بڑی گہری سازش سے ناکام بنانے کی ناپاک کوشش کی گئی، اس ناپاک سازش کے پیچھے اندرونی اور بیرونی بہت سے جفاکاروں کا عمل دخل تھا، میں نے مسلم لیگی حکومت کے خلاف دیے جانے والے دھرنوں پر بڑی تفصیل سے ماہ نامہ آب حیات کے انہی صفحات پر اندرونی اور بیرونی سازشوں کا پردہ چاک کیا

تھا،جو کتابی شکل میں" پاکستان کے خلاف گہری سازش" کے عنوان سے کسی بھی وقت منصہ شہود پر جلوہ گر ہو سکتی ہے۔

۲۵جولائی کو ہونے والے عام انتخابات سے پہلے ہی پورے ملک میں یہ خبریں گردش کرنا شروع ہو گئی تھیں کہ آئندہ حکومت عمران خان بنائیں گے، پھر ان کے ملک بھر میں صبح وشام ہونے والے بڑے بڑے جلسے بھی بتا رہے تھے کہ اب کچھ ہو کر رہے گا، مگر مسلم لیگ کے جلسے بھی کچھ کم نہیں ہوتے تھے، وہ بھی عمرانی جلسوں کے مقابلے میں ٹھیک ٹھاک زور رکھتے تھے، باوجود اس کے کہ مسلم لیگی قیادت کو امتحانوں کی جانگسل وادیوں سے گزرنا پڑ رہا تھا۔

۲۵جولائی کو انتخابات ہوئے، اڑتالیس گھنٹے تک کوئی معتبر اور مصدقہ نتیجہ ہی کسی کو نہیں مل رہا تھا، کہنے والے کہتے ہیں کہ پولنگ اسٹیشنوں پر کی گئی ووٹوں کی گنتی کے برعکس اعلانات کیے گئے،الیکشن کمیشن پر انگلیاں اٹھیں، مقتدر اداروں کے خلاف انگلیاں اٹھیں، ملک بھر میں مسلم لیگ اور جمعیت علماء اسلام نے ووٹ کو عزت دو، ووٹ کو عزت دو کا فلک شگاف نعرہ لگا دیا۔

الیکشن سے اگلے ہی دن ساری جماعتوں نے اعلان کیا کہ الیکشن میں دھاندلی کی گئی ہے، عوامی ووٹ چوری کیا گیا ہے، ان سب آوازوں میں سب سے توانا اور مضبوط آواز مولانا فضل الرحمان صاحب کی تھی، مولانا نے تمام سیاسی جماعتوں کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ اس نتیجہ کو تسلیم نہ کریں، اسمبلیوں کا بائیکاٹ کر دیں، مگر دوسری جماعتوں نے مولانا کو منا لیا کہ ہم اسمبلیوں میں چل کر احتجاج کریں گے، یوں جمعیت علماء اسلام کے اراکین نے اسمبلیوں میں حلف اٹھایا، مولانا کے اس فیصلے کو مسلم لیگ کے قائد میاں نواز شریف نے ایک سال بعد درست قرار دیا تھا۔

اسمبلیوں کے قیام کے بعد پاکستان تحریک انصاف کے لیڈر عمران خان کو وزیراعظم پاکستان بنادیا گیا، جب کہ صوبہ کے پی کے اور صوبہ پنجاب میں بھی اسی جماعت کی حکومت قائم کی گئی، جب کہ بلوچستان میں مخلوط اور سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت قائم کی گئی، بڑے عرصے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ جمعیت علماء اسلام اور مسلم لیگ کسی بھی مقام پر منصب دار نہیں تھیں۔

جمعیت کے قائد مولانا فضل الرحمان صاحب نے ملین مارچ کے نام سے ان چنیدہ حکمرانوں کے خلاف احتجاج شروع کردیا، پندرہ ملین مارچ ملک کے مختلف شہروں میں کیے گئے، بالآخر انہوں نے جولائی ۲۰۱۹ء یعنی ان انتخابات کے ایک سال بعد اعلان کیا کہ عمران خان اگست کی آخری تاریخ تک حکومت چھوڑ دیں ورنہ عوامی سیلاب اکتوبر میں اسلام آباد کا رخ کرے گا، چنانچہ نو اپوزیشن پارٹیوں کی حمایت سے مولانا فضل الرحمان صاحب کی قیادت میں کراچی سے آزادی مارچ کا ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۹ میں آغاز ہو گیا۔

دو دن میں سندھ اور بلوچستان کی ایک بہت بڑی نفری کے ساتھ مولانا فضل الرحمان باب الاسلام سندھ سے پنجاب میں داخل ہوئے، راستوں میں جگہ جگہ پاکستانی لوگوں نے، مختلف جماعتوں کے رضاکاروں نے مولانا کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کیا، پھول نچھاور کیے، ان کا استقبال کیا، اتنے بڑے جم غفیر کے قیام اور خورد و نوش کا اہتمام کیا۔

۲۷ تاریخ سے شروع ہونے والا یہ آزادی مارچ، ملتان روڈ سے ہوتا ہوا زندہ دلوں کے شہر لاہور پہنچا، جہاں مینار پاکستان اور ٹھوکر نیاز بیگ کے مقام پر اہل لاہور نے ان کا استقبال کیا، پھر یہ کاروان اپنی اگلی منزل کی سمت بڑھنے لگا، یوں یہ قافلہ

حریت ۳۱ اکتوبر کی رات اسلام آباد میں داخل ہو گیا، یکم نومبر کو جمعۃ المبارک کا عظیم الشان اجتماع اسلام آباد میں حکمرانوں کے وجود پر رعشہ طاری کر چکا تھا۔

جمعہ کے بعد پاکستان مسلم لیگ، پاکستان پیپلز پارٹی اور دوسری جماعتوں کے قائدین نے آزادی مارچ کے لاکھوں شرکاء سے خطاب کیا، حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب نے عمران خان کی حکومت کو ناجائز کہتے ہوئے دو دن کا الٹی میٹم دیا کہ وہ مستعفی ہو جائیں ورنہ ہم اگلا قدم اٹھائیں گے۔

حکومت نے مذاکرات کی پیش کش کی تو ادھر سے حزب مخالف نے بھی راہبر کمیٹی بنا کر مذاکرات کا ڈول ڈال دیا، حزب مخالف کا سارا زور وزیر اعظم عمران خان نیازی کے استعفے پر تھا، جب کہ حکومتی مذاکراتی ٹیم اس نقطہ پر بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی، مذاکرات میں مسلم لیگ قاف کو بھی شامل کیا گیا مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا، یوں آزادی مارچ ۲۷ اکتوبر سے ۱۳ نومبر تک ان حکمرانوں کو للکارتا رہا، بالآخر یہ مارچ ۱۳ نومبر کی ڈھلتی شام میں اختتام پذیر ہوا اور اگلے قدم کے طور ملک بھر میں حکمرانوں کے لیے مشکلات پیدا کرنے کا اعلان کیا گیا۔

آزادی مارچ میں تجزیہ نگاروں کے مطابق کوئی چار لاکھ لوگ شریک تھے، یہ مجمع کبھی بڑھ جاتا تھا اور کبھی کم ہو جاتا تھا، مگر اس کے نظم و نسق، ڈسپلن نے اہل اقتدار کی نیندیں نصف ماہ تک حرام کیے رکھیں، برسر اقتدار جماعت کے قائد عمران خان نے مسلم لیگ کے خلاف کی گئی سازش والے دھرنے میں کہا تھا کہ اگر میری حکومت ہوتی اور تھوڑے سے لوگ بھی میرے خلاف میدان میں آکر گو عمران گو کا نعرہ لگاتے تو میرے اندر غیرت ہوتی تو میں اقتدار چھوڑ دیتا، آزادی مارچ کے شرکاء کی تعداد نے عمران خان کو آئینہ دکھا دیا کہ تمہاری بتائی ہوئی تعداد سے کئی سو گنا یہ تعداد

زیادہ ہے، مگر عمران خان نے اتنی طاقتور ڈیمانڈ اور آواز کے باوجود استعفیٰ نہیں دیا، اور جس طرح ملکی حالات زوال پذیر ہیں، معیشت ڈوب رہی ہے، حکمرانوں کی غیر دانشمندانہ پالیسیوں کا تسلسل جاری ہے، نامعلوم کسی بھی وقت کچھ ہو جائے۔

آزادی مارچ میں شریک ہونے والے بلوچستان کے پہاڑوں، سندھ کے صحراؤں اور کشمیر کے کوہساروں سے شریک ہوئے، مگر اس پورے دورانیے میں کہیں بھی کسی بھی مقام پر ایک گملا تک نہیں ٹوٹا، کسی سرکاری ملکیت کو نقصان نہیں پہنچا، کسی مریض کو تکلیف نہیں پہنچی، کسی بداخلاقی اور بدنظمی کا مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

لوگ جذباتی پن میں مختلف زاویہ نگاہ سے بات کرتے ہیں مگر حقائق جاننے والے جانتے ہیں کہ جن قیادتوں نے اس سے پہلے مشتعل نوجوانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی وہ ناکام ہوئے اور ان کا تماشہ صرف انسانوں ہی نے نہیں بلکہ چشم فلک نے بھی دیکھا، مولانا فضل الرحمان کی کمال سیاسی بصیرت تھی کہ انہوں نے اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا اور اپنے رضاکاروں کی جانوں اور جذبات سے کھیلنے والا جذباتی فیصلہ بھی نہیں کیا۔

یہاں ڈاکٹر طاہر القادری اور عمران خان کے لوگوں نے دھرنے دیے تو ڈی چوک میں اودھم مچادیا تھا، پی ٹی وی کی عمارت میں داخل ہو کر اسے نقصان پہنچایا تھا، پولیس والوں کو کیل دار ڈنڈوں سے پیٹا گیا تھا، قومی اسمبلی کے دروازوں کو نقصان پہنچایا گیا تھا، ان کے پیچھے اگرچہ خفیہ طاقتوں کا ہاتھ تھا، مگر یہاں تو ہر کوئی مولانا اور ان کے آزادی مارچ کا تماشہ دیکھنے کا منتظر تھا، جسے مولانا نے تماشہ نہیں بننے دیا۔

اس آزادی مارچ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عالمی طاقتوں کو یہ پیغام دیا گیا کہ مذہبی

اور دینی لوگ کس قدر پرامن ہوتے ہیں، کس قدر منظم اور مربوط ہوتے ہیں، حالانکہ ان کے سامنے ہمیشہ مذہبی اور دینی طبقے کا تصور یہ رکھا گیا کہ یہ جذباتی لوگ ہوتے ہیں، یہ ایکسٹریم ازم کے پیروکار ہوتے ہیں، یہ انتہاء پسند ہوتے ہیں، یہ دہشت گرد ہوتے ہیں، مگر مولانا فضل الرحمان کے آزادی مارچ نے ان تمام منفی پروپیگنڈوں پر پانی پھیر دیا۔

اس آزادی مارچ کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو مولانا فضل الرحمان یہودی لابی اور یہودی ایجنٹ کہتے آئے ہیں ان کو یہ پیغام اچھی طرح مل گیا ہے کہ اگر وطن عزیز پاکستان میں انہوں نے کسی بھی طرح کی شرارت اور مذہب دشمنی کا ارتکاب کیا تو پاکستان کے غیرت مند مسلمان کسی بھی وقت سڑکوں پر آسکتے ہیں، یہودی لابی کے سامنے اس مارچ نے بند باندھ دیا ہے۔

اس مارچ نے طالع آزماؤں کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے، اسی لیے تو بار بار ان کی طرف سے وضاحتی بیانات جاری کیے گئے، اس مارچ نے انہیں اپنی صفائیاں دینے پر مجبور کر دیا۔

اس آزادی مارچ کے آنے والے حالات وواقعات پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اس بارے میں میرا علیم وخبیر رب ہی بہتر جانتا ہے، لیکن ہم مولانا کو داد تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے کوئی ایسا جذباتی فیصلہ نہ کیا اور نہ ہونے دیا جو جمعیت علماء اسلام کو کسی بھی درجہ میں نقصان پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اہل حق کی اس قوت کو محفوظ ومصوئن فرمائے۔ آمین

آزادی مارچ کے شرکاء اور قائدین نے حکمرانوں کو اپنا احتجاج ریکارڈ کروانا تھا سو انہوں نے احسن انداز میں کروایا۔

بہت سی اسلامی جماعتیں، اور بہت سے ارباب علم ودعوت اسلام کے وجود، اسلام کے نفاذ، اور اسلام کے انجام اور مستقبل کو بڑی حد تک ریاست کے موقف، ریاست کی اسلام پسندی، اور ریاست کی اسلام برداری پر منحصر قرار دیتے ہیں۔ وہیں بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا حقیقی ظہور اور اسلام کا حقیقی مستقبل ''اسلامی ریاست کے قیام'' یا بالفاظ دیگر ''اسلامی نظام'' کے قیام کی صورت میں ہی رونما ہوتا ہے۔

بلاشبہ اسلامی ریاست یا اسلامی حکومت اسلام کی کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے۔ وہ اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کے لیے مضبوط قلعہ ہے، اور اسی لیے اس کے قیام کے لیے اٹھنا، اس کی راہ میں جدوجہد کرنا اور قربانیاں پیش کرنا شرعا مطلوب اور معتبر ہے۔ تاہم جب اسلامی ریاست کا قیام ہی اصل کام اور فوری ہدف قرار پائے، یا وہی سب سے پہلی ترجیح اور سب سے اونچی غایت ہو جائے، تو پھر تقاضا بنتا ہے کہ ٹھیر کر غور کیا جائے، اور لازم آتا ہے کہ تحقیق کی جائے، تاکہ ہر چیز کو اس کی صحیح جگہ پر رکھا جائے، اور اسے اس کی حقیقی قدر و قیمت دی جائے۔

ہم نے اپنی اسلامی تحریکات میں دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو اسلامی نظام کے قیام کو اپنا شعار اور اپنا مرکزی ہدف، اور اپنی جستجو اور سرگرمی کا نقطہ آغاز قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی امت میں صرف ایک ہی کمی ہے جسے پورا کرنے کی شکل بس یہ ہے کہ چھینی ہوئی خلافت کی بازیافت کی جائے، کہ اسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور اس کی عظمت سے دل سکون پائے۔

کچھ لوگوں نے ''پہلے اسلامی ریاست'' کا علم اٹھایا ہوا ہے، وہ اس کے فوری قیام کے لیے اپنی ساری جدوجہد وقف کیے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اور مادی اور معنوی امکانات کو اس کے لیے مختص کر دیا ہے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اسلامی نظام اور ریاست کو سب کچھ تو نہیں مانتے، اور سب سے اول کے بھی قائل نہیں ہیں، لیکن اسے اپنی بڑی بنیادوں میں ایک بڑی بنیاد قرار دیتے ہیں، اور اپنے تجزیوں، اپنی پالیسیوں، اور اپنے طریقہ کار کا رخ اس کی بنا پر طے کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ ان کی سب سے قیمتی متاع مطلوب ہے۔

یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے میں یہاں کچھ ایسی باتوں کی وضاحت کرنا چاہوں گا، جو میرے خیال میں (بغیر افراط اور تفریط کے) اسلام میں ریاست کے مقام کو طے کرنے میں مددگار ہو سکتی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی شریعت میں کوئی ایسی صریح نص نہیں پاتے ہیں، جس میں ریاست کے قیام کا حکم ہو اور جو ریاست کے قیام کو لازم کرتی ہو۔ اسی طرح ہم ریاست کے قیام کے تعلق سے ترغیب اور ترہیب والی نصوص بھی نہیں پاتے ہیں، جس طرح باقی تمام فرائض کے سلسلے میں خوب پاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ریاست کے قیام کا وجوب اور خلیفہ کے تعین کا وجوب اجتہاد اور استنباط پر مبنی ہے، اس کے

استدلال میں شرعی مصالح اور قیاس کارفرما نظر آتے ہیں، اس حکم کی شرعی بنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جس حال کو چھوڑا تھا اسے جاری وساری رہنا چاہیے۔

مزید برآں، یہ بھی حقیقت ہے کہ ریاست اور اسلامی نظام کے وجوب کا تعلق مقاصد سے نہیں بلکہ وسائل سے ہے۔ ریاست کا مسئلہ شریعت کے اس اصول کے تحت آتا ہے کہ ''واجب کی ادائیگی کے لیے جو ضروری ہو وہ بھی واجب ہے'' گویا یہ واجب لذاتہ نہیں ہے، بلکہ واجب لغیرہ ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ واجب لغیرہ کا درجہ واجب لذاتہ سے کم تر اور اس کی اہمیت بھی اس سے کم ہوتی ہے۔ اس سے دو باتیں نکلتی ہیں: ایک بات یہ کہ واجب لغیرہ کے قیام کی کوشش واجب لذاتہ کو قربان کر کے نہیں ہونی چاہیے، نہ تو اس کوشش سے واجب لذاتہ کو نقصان پہنچے، اور نہ وہ اس کی وجہ سے فوت ہووے۔ دوسری بات یہ کہ جس امر کا قیام وسیلہ ریاست کے قیام پر منحصر ہے، اگر اس امر کا قیام ریاست کے بغیر ممکن ہو جائے تو اس وسیلے کا وجوب جزوی طور پر ساقط ہو جائے گا۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ موجودہ ریاست کے سائے میں یا اس کے ذریعے سے کبھی دین کا کچھ حصہ قائم ہو رہا ہوتا ہے، اگرچہ وہ ریاست خود دین سے منحرف یا دین بیزار یا دین دشمن کیوں نہ ہو، اور اگر وہ غیر جانب دار یا ہمدرد ہو تب تو بات ہی اور ہے۔

تو ایسی صورتوں میں بھی ''اسلامی ریاست'' کی اہمیت اور اس کی ضرورت اس قدر کم ہو جاتی ہے جس قدر ''موجودہ ریاست'' دین کی اقامت کے، اور دین کے احکام پر ذاتی اور اجتماعی زندگی میں عمل آوری کے مواقع اور امکانات فراہم کرے۔

مزید برآں، وہ ریاست جسے ہم وسیلہ سمجھتے ہیں، اگر اس کی تفصیل میں جائیں تو وہ حقیقت میں ایک وسیلہ نہیں بلکہ وسائل کا مجموعہ ہے۔ وسائل کا یہ مجموعہ الگ الگ

کیا جاسکتا ہے، اصول فقہ کی اصطلاح میں تبعیض کے قابل ہے، بایں صورت کہ بعض وسائل بعض دوسرے وسائل کے بغیر بھی وجود پذیر ہو سکتے ہیں، اور کبھی یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض کی وجود پذیری ممکن ہو اور بعض کی نہ ہو، بعض درست ہوں اور مشروع ہوں اور بعض بگڑے ہوئے ہوں اور قابل رد ہوں۔ اس کا مطلب یہ کہ جو موجود ہوں، درست ہوں اور شریعت میں قابل قبول ہوں، یا جنہیں وجود میں لانا اور ان کی اصلاح کرنا ممکن ہو، بس وہی ''اسلامی ریاست'' کا حصہ ہیں، جنہیں تھامنا اور جنہیں اہمیت دینا ضروری ہے۔

بڑی غلطی اور خطرناک دلدل جس میں بعض اسلامی تحریکیں گری ہیں، یا گر رہی ہیں، دراصل ہدف کو چھوڑ کر وسیلے میں مشغول ہو جانا، اور وسیلے کی دھن میں ہدف کو ضائع کر دینا ہے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے ریاست کے قیام کی خاطر، اپنی عمریں لگادیں، اپنی زندگیاں کھپا دیں، اور اپنی ساری توانائیاں خرچ کر دیں۔ لیکن اس ریاست کا دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کی کوششوں کے نتیجے میں ریاست والی منزل اور زیادہ دور اور دشوار ہو گئی۔ اس طرح نہ ان سے ریاست قائم ہوئی، اور نہ ان سے امت مستفید ہوئی۔

اس سے زیادہ خراب اور خطرناک بات یہ ہے کہ ریاست کی طلب اور اس کے قیام کی جدوجہد بند راستے سے دوچار ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں ریاست کی طلب وہاں پہنچادے جہاں راستے بند ہو جاتے ہوں اور تباہی و بربادی منھ کھولے کھڑی ہو، اور اس کے بعد بھی ضد، اصرار اور ٹکراؤ جاری رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ریاست کا قیام سیاسی سماجی اور تاریخی اسباب و شروط اور قوانین کے تابع ہوتا ہے۔ محض خواہش یا قرار داد کی بنا پر یا جدوجہد اور قربانیوں کے سہارے نہ ان کو بے اثر کیا

جا سکتا ہے اور نہ ہی ان سے کنارا کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ محنتیں اور قربانیاں کتنی ہی سچی، مخلص اور عظیم کیوں نہ ہوں۔ بہت پہلے ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا: ماترک من الجھل شیئا من أراد أن یظھر فی الوقت غیر ما أظھرہ اللہ ''اللہ نے جس وقت جو ظاہر کیا اس کے ماسوا جس نے اس وقت ظاہر کرنا چاہا، اس نے جہالت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی'' تو جو یہ چاہے اور اس پر اصرار کرے کہ وہ پیش نظر مقصد حاصل کر لے اور اسے وجود پذیر کر دے، اور یہ نہ دیکھے کہ آیا اللہ نے اس کے اسباب مہیا کیے ہیں اور اس کی شرطوں کو تیار کیا ہے، تو ایسا شخص یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سماجی قوانین اور اجتماعی سنتوں سے بالکل ناواقف ہے۔

بلاشبہ انسان کا عمل، اس کی محنت اور اس کی پیش قدمی اور کامیابی بھی اسباب وشروط ہی کا حصہ ہے، تاہم اس کے علاوہ بھی بہت سے محرکات ہیں جو کسی نہ کسی درجے میں فیصلہ کن ہوتے ہیں، یا اثر انداز ہوتے ہیں، اور جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان سے غفلت برتی جا سکتی ہے۔

اور اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ ''اسلامی ریاست'' کا قیام ایک دینی کام اور ایک دینی فریضہ ہے، اور یہ بھی مان لیں کہ وہ اپنے آپ میں لذاتہ مطلوب ہے، پھر بھی اس کے شیدائیوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اندازہ لگائیں اور اپنی حکمت عملی میں تدریج کو ملحوظ رکھیں، اور اپنی طلب میں حسن پیدا کریں، کیوں کہ جس نے اپنے سواری کے جانور کو اتنا تھکایا کہ وہ مر گیا، وہ کہیں کا نہیں رہا، نہ تو وہ سفر ہی پورا کر سکا اور نہ ہی اپنی سواری باقی رکھ سکا۔ فان المنبت لا سفرا قطع ولا ظھرا أبقی۔ لیکن اگر ریاست کا معاملہ شرعی اعتبار سے اس درجہ کا نہ ہو اور اس صفت سے متصف نہ ہو تو پھر اس سب کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تحریک کے افراد کے سامنے بہت وسیع میدان ہے کہ وہ اپنے بہت سے اہداف کو حاصل کرلیں، اپنے دین کے بہت سے احکام پر عمل کرلیں اور اپنے معاشرے کی اصلاح کا بہت سا کام کرلیں، باوجود اس کے کہ وہ کسی ریاست کو قائم نہ کر سکیں اور کوئی اقتدار حاصل نہ کر سکیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ وہ امت کی صفوں میں کام کریں اور امت کی تعمیر کریں۔ ان کا راستہ ہو: "ریاست کے قیام کے بدلے امت کا قیام" اور اس کی وضاحت حسب ذیل ہے:

پہلے امت کی تعمیر: ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹتی جائیں گی، جب بھی کوئی ایک کڑی ٹوٹے گی تو لوگ اس کے بعد والی سے چمٹ جائیں گے، سب سے پہلے حکومت والی کڑی ٹوٹے گی، اور سب سے آخر میں نماز والی کڑی ٹوٹے گی۔

اسلامی ریاست کی اہمیت اور اس کی ترجیحی حیثیت بتانے اور ملت کی اصلاح اور تعمیر نو کی تحریک کے ضمن میں ریاست کی بازیافت کو ضروری بتانے کے لیے، اس حدیث کو بطور دلیل بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے، کیوں کہ اس حدیث میں حکومت کو اسلام کی ایک کڑی قرار دیا گیا ہے۔

البتہ اس حدیث میں دو حقیقتیں مضمر ہیں جن کی طرف اس کا حوالہ دینے والوں کی توجہ نہیں جاتی ہے۔

پہلی بات: حکومت اسلام کی کڑیوں میں سب سے کمزور کڑی ہے۔ کیوں کہ شکست وریخت سے سب سے پہلے سب سے کم زور اور کم ٹھوس حصہ دوچار ہوتا ہے۔ جب کہ زیادہ مضبوط اور زیادہ ٹھوس حصہ حوادث کا مقابلہ سب سے زیادہ کرتا ہے، وہ سب سے آخر تک باقی رہتا ہے اور وہ سب سے آخر میں شکست وریخت سے دوچار ہوتا

ہے۔ پس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کے وجود اور بقا کے لیے سب سے کمزور ستون حکومت ہے اور سب سے مضبوط نماز ہے۔

دوسری بات: اسلام میں یہ امکانی قوت ہے کہ وہ باقی رہے برقرار رہے اور نشوونما پاتا رہے باوجود اس کے کہ حکومت والی کڑی بگاڑ سے دوچار ہو کر یا زوال وسقوط کا شکار ہو کر ٹوٹ چکی ہو۔ کیوں کہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنا دین نازل کیا "تاکہ وہ اسے ہر دین پر غالب کردے" اور یہ کہ یہ دین قیامت تک رہنے کے لیے ہے، پس جب حکومت والی کڑی اسلامی تاریخ کے آغاز ہی میں ٹوٹ گئی تو اس کا مطلب ہے کہ ایک لمبے عرصے تک اس ٹوٹی ہوئی کڑی پر بھروسہ کیے بغیر ہی اسلام زندہ اور تابندہ رہے گا۔

اس نبوی اشارے کا مصداق اور اس کی تفصیل اسلام اور مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں سے لے کر اب تک کی تاریخ میں موجود ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام بڑھتا گیا، اس کا تنا مضبوط ہوتا گیا اور اس کا اثر ہر دور میں اور ہر جگہ پھیلتا گیا، اگرچہ حکومت والی کڑی ٹوٹ چکی تھی۔ اسی طرح مسلمانوں نے اپنی عظمت وشوکت کی حفاظت کی، اپنی سرحدوں کا تحفظ کیا، اپنی تہذیب کو استوار کیا، اپنے علوم کو ترقی دی، اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنی سلطنت کو وسیع کیا، اور ساری دنیا میں اپنا دین پھیلایا، اگرچہ ان کی ریاست، ان کے حکمراں اور ان کی حکومتیں بگاڑ کرپشن اور کمزوری میں گرفتار رہیں۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی دوسری کڑیاں جو حکومت والی کڑی کے مقابلے میں زیادہ اہمیت اور زیادہ تاثیر کی حامل ہیں، باقی رہیں اور اپنا کام کرتی رہیں۔ اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ امت طاقت ور مضبوط فعال اور پھلنے پھولنے والی بنی رہ سکتی ہے اگرچہ اس کی حکومت کے نظام میں خلل ہو، بگاڑ ہو اور بیماریاں ہوں۔

اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ ریاست سب کچھ نہیں ہے، اور وہ سب سے اہم بھی نہیں ہے۔ اور جب ریاست سب کچھ ہو جائے یا سب سے اہم ہو جائے خواہ انسانوں کی زندگی میں یا ان کے ذہنوں ہی میں، تو اس وقت وہ لوگوں کے لیے ان کی صلاحیتوں، ان کی پیش قدمیوں اور ان کی قوت کار کے لیے سب سے خطرناک چیز ہو جاتی ہے۔

جب لوگ ریاست کو اس طور سے دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک محدود دائرہ ہے، اور اس کے محدود کام ہیں، اور یہ کہ ریاست امت کی جگہ نہیں لے سکتی ہے، اور نہ ہی اس کے نہ ہونے سے امت کے کام ختم ہو جاتے ہیں، تو اس وقت وہ ریاست کی مجبوری اور ریاست کی عقیدت سے آزاد ہو جاتے ہیں، اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی، اپنے حالات کی درستگی، اپنے معاشرے کی تعمیر اور اپنے مشن کی علم برداری کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں، خواہ ریاست کا رویہ کچھ بھی ہو، اس کے تعاون کی کیفیت کیسی ہی ہو، خواہ وہ بالکل ساتھ نہ دے، اور خواہ وہ بگاڑ کی شکار کیوں نہ ہو۔

یہ روشن حقیقت ہے کہ مسلم عوام اور مسلم علما نے بہت طویل زمانہ اور متعدد صدیاں اسی بنیاد پر گزاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا، وہ دن بدن پھیلتا گیا، اسلامی اقوام متحد ہو کر آگے بڑھتی گئیں اور دنیا کو فیض پہنچاتی رہیں، حالانکہ ان کے نظام ہائے حکومت کو بیماریاں اور خرابیاں لاحق رہیں، جن کے برے اثرات کا نہ مجھے انکار ہے اور نہ میں انہیں کم کر رہا ہوں۔

یہ حقائق ہم پر لازم کرتے ہیں کہ ہم امت کی فکر کریں، امت کی توانائیوں کو بروے کار لائیں، اور اس کے وسائل کار کو ترقی دے کر فعال تر بنائیں۔ اس سے پہلے کہ ہم ریاست اور ریاست کے اداروں کی فکر کریں۔ ہمارا شعار ہونا چاہیے: ''امت کی تعمیر پہلے، امت میں تحریک پہلے'' **بناء الأمة وتفعيلها أولا۔**

ماہ نامہ سلوک واحسان کراچی پاکستان کے ان معدودے چند رسائل میں سے ایک ہے جس کو شروع سے اخیر تک پڑھا جاتا ہے، جسے محفوظ رکھا جاتا ہے، کچھ عرصہ سے ماہ نامہ سلوک واحسان نے بہت ہی دلکش انداز اختیار کیا ہے، مضامین کا ایسا سلسلہ ہے جو پڑھنے والے کو پڑھنے اور بار بار پڑھنے پر مجبور کرتا ہے۔

پیش نظر شمارہ نومبر ۲۰۱۹ء کا خاص شمارہ ہے، جو سیرت النبی ﷺ پر مشتمل مضامین سے مزین ومرصع ہے، یہ رسالہ قطب الاقطاب، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی یاد میں شائع کیا جاتا ہے، اس کے بانی ومؤسس شیخ المشائخ مولانا محمد یحیٰ مدنیؒ تھے، مولانا محمد الیاس مدنی کی زیر ادارت زیور طباعت سے آراستہ ہوتا ہے۔

پیش نظر شمارہ میں مولانا حبیب النبی کا مضمون مکارم اخلاق، مولانا یحیٰ مدنی کا ختم نبوت، ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی کا دوشنبہ حیات طیبہ کا انقلاب آفریں دن، مولانا اسماعیل ریحان کا وہ دانائے سبل، ختم رسل اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا مضمون آسمان نبوت کا آفتاب جہاں تاب کا مضمون رسالے کی جان ہے، جو پڑھنے والے کی تشنگی مطالعہ کو بجھاتے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے اہل قلم کے رشحات قلم اس رسالے میں شائع ہوئے

ہیں، رسالہ اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں سے مالا مال ہے۔

ملنے کا پتا: معہد الخلیل الاسلامی 445/3 بہادر آباد کراچی

ماہ نامہ حکمت بالغہ جناب مختار فاروقی صاحب کی زیرادارت گزشتہ تیرہ سالوں سے دنیائے علم کو سوغات و تحائف علمیہ پیش کرتا چلا جارہا ہے، وقتاً فوقتاً ایسی ایسی اشاعتیں خصوصی طور پر پیش کرتا ہے کہ دیکھنے والے کو رشک آتا ہے اور دل سے ان لوگوں کے لیے دعائیں نکلتی ہیں جو شبانہ روز محنت و جانفشانی سے ایسی عمدہ اور بہترین تحریریں باذوق قارئین کی نذر کرتے ہیں، سنین ماضیہ کے تیرہ سالوں میں تیرہ ضخیم اشاعتیں پیش کرنا صرف حکمت بالغہ کا خاصہ ہے،اس عظیم کام کا سہرہ حکمت بالغہ کے سر پر سجتا ہے۔

پیش نظر ضخیم میگزین "ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی "نمبر ہے، جو دس حصوں اور چند ضمیمہ جات پر مشتمل ہے، یہ ۳۳۶ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے، گویا کہ ایک پوری کتاب ہے۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدین اقبال اکیڈمی کے بانی ڈائریکٹر تھے،انہوں نے بہت سی علمی کتابیں تصنیف فرمائیں، وہ علامہ اقبال کی کتابوں اور شاعری کے شارح تھے، انہیں اقبال شناسی پر دسترس حاصل تھی،انہوں نے حکمت اقبال کے نام سے بہت ہی عمدہ تحریر لکھی جو اس عظیم الشان نمبر کا اہم ترین حصہ ہے۔

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت کے پہلے چار حصوں میں مستقبل کی ریاست کا ایک خاکہ عمدہ اور بہترین انداز میں پیش کیا گیا ہے، جب کہ حصہ پنجم سے حصہ ہشتم تک مستقبل کی اسلامی ریاست کی تشکیل و تعمیر نظریہ خودی پر رکھی گئی ہے، حصہ نہم اور دہم اور ضمیمہ جات میں اقبال شناسی یعنی فکر اقبال کی روشنی میں پاکستان کو اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنانے کی حکیمانہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔
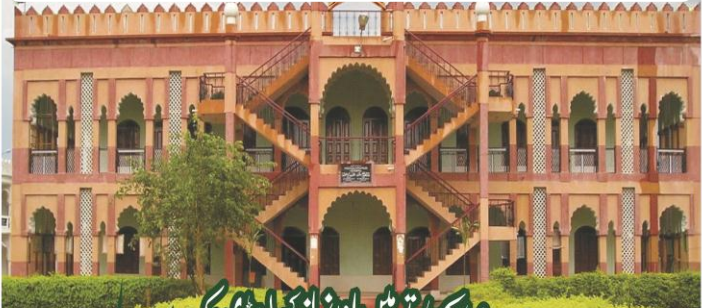
حکمت بالغہ کے پیش نظر شمارے میں مدیر جناب مختار فاروقی صاحب کے قلم حقیقت رقم سے رسالہ کی پالیسی، منظر اور پس منظر بہت ہی دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حکمت بالغہ کے قریباً سو صفحات شاعر مشرق علامہ اقبال کے اشعار اور پیغامات کی وضاحت پر مشتمل ہیں، جب کہ دو سو سے زائد صفحات مختلف اہل قلم کی تحریروں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، جب کہ جناب ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کے معاصرین کی ان سے متعلق آراء بھی حکمت بالغہ کے پیش نظر شمارے میں موجود ہیں اور ناظر کی پوری توجہات اپنی طرف مرکوز کرواتی ہیں۔

حکمت بالغہ کے معمول کے شمارہ جات کے صفحات ۶۴ اور اس کی قیمت ۵۰ روپے ہوتی ہے، جب کہ اس ضخیم اور خوبصورت مجموعہ کی قیمت ۴۰۰ روپے ہے، یہ عمدہ نیوز پیپر پر شائع کیا گیا ہے، کمپوزنگ دلکش اور جاذب دل و نگاہ ہے ہر صاحب علم کے پاس اس شمارے کا ہونا ضروری ہے، بہت ہی لاجواب تحفہ ہے، خصوصاً جو لوگ علامہ اقبال مرحوم کی شاعری سے شغف اور پیار رکھتے ہیں ان کے پاس تو اس ذخیرہ علمیہ کا ہونا بہت ہی لازمی ہے۔

ملنے کا پتا: ماہ نامہ حکمت بالغہ، قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر ۲ ٹوبہ روڈ، جھنگ

اینٹ	200000 روپے	ریت	40000 روپے
سریا	200000 روپے	بجری	100000 روپے
کھڑکیاں	60000 روپے	دروازے	40000 روپے
بجلی سامان	150000 روپے	سینٹری	95000 روپے
مزدوری	200000 روپے	ٹائل	150000 روپے
ماربل	140000 روپے	کل میزان	15,25000